بھی ساتھ میں طلب کیا۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے مجھے محض ان کو جتانے کی خاطر بلایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے فرمان: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ[66] (جب پہونچ چکی مدد اللہ اور فیصلہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد و تسبیح کریں کیونکہ اس نے ہماری امداد کی اور ہم کو فتح عطا فرمائی ہے۔ اور کچھ لوگ خاموش رہے اور کچھ نہ بولے۔ پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا: ابن عباس! تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس میں دراصل اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دی ہے۔ اس لیے اس نے فرمایا: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ، یہ تمہاری موت کی علامت ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اس سے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے)۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تم کہتے ہو اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔"[67]

مصدر چہارم یہود و نصاریٰ کے اہل کتاب

عہد صحابہ میں تفسیر کا چوتھا مصدر یہود و نصاریٰ کے اہل کتاب تھے۔

اور وہ یوں کہ بعض مسائل میں خصوصاً انبیاء کرام کے قصوں میں اور گزشتہ اقوام کے حالات میں قرآن مجید تورات سے متفق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو انجیل میں آئی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ اور ان کے معجزات مسیحائی۔

یہ بات دوسری ہے کہ قرآن مجید نے ان قصوں اور واقعوں کے بیان کے لیے جو اسلوب و نہج اختیار کیا ہے وہ تورات وانجیل کے اسلوب سے مختلف ہے چنانچہ قرآن مجید مسائل و معاملات کی جزئیات کی تفصیل سے تعرض نہیں کرتا اور نہ ہی قصہ کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ کرتا ہے بلکہ وہ صرف اس جزو قصہ پر اکتفا کرتا ہے جہاں عبرت و موعظت مضمر ہوتی ہے۔

اور چونکہ عقل ہمیشہ تکمیل و استقصاء کی جانب میلان رکھتی ہے اس لیے بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان قصص کی تکمیل و تفصیل کے لیے جن کے تمام گوشوں کا احاطہ قرآن کریم نے نہیں کیا تھا اپنے دین میں داخل ہونے والے اہل کتاب علماء کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان مسلم اہل کتاب میں حضرات عبداللہ بن سلام، کعب الاحبار وغیرہ یہود و نصاریٰ کے علماء شامل تھے اور اس کی ضرورت صحابہ کرام کو اس لیے پڑی کہ اس باب میں ان کے پاس

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مسلمہ سنت ہوتی تو وہ اس سے انحراف کر کے کسی اور مصدر کی جانب ہرگز رجوع نہ کرتے خواہ اس کا منبع و سرچشمہ کچھ بھی ہوتا۔

سابقہ مصادر کی نسبت سے اس مصدر کی اہمیت

یہ بات واضح ہے کہ اہل کتاب کی جانب بعض صحابہ کرام کے رجوع کرنے کی تفسیر میں اہمیت نہیں ہے جو سابقہ تین مصادر کی ہے یہ تو ایک انتہائی تنگ اور محدود سرچشمہ معلومات تھا۔ کیونکہ تورات و انجیل میں بہت زیادہ تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اور یہ فطری بات تھی کہ صحابہ کرام اپنے عقیدہ کی محافظت فرماتے اور قرآن کریم کی اس چیز سے حفاظت کرتے تھے کہ اس کے معانی کی فہم کی تنگ و دو میں وہ اس میں ایسی چیز کو شامل نہ کر دیں جو تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں ان کتابوں میں داخل ہوگئی تھیں۔ چنانچہ وہ اہل کتاب سے صرف ان چیزوں کو لیتے تھے جو ان کے عقیدہ سے متفق ہوتی تھیں اور قرآن کریم سے کسی طور متعارض و متصادم نہیں تھیں۔ لیکن جن چیزوں کا جھوٹ و کذب قرآن کریم سے تصادم و تعارض کے سبب اور ان کے عقیدہ سے مخالفت کی وجہ سے واضح ہو جاتا تھا وہ ان کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ اور ان دونوں کے ماورا جو چیز ہوتی تھی ان کے بارے میں وہ سکوت اختیار کرتے تھے: وہ نہ اول الذکر کے قبیل سے ہوتی تھی اور نہ موخر الذکر کے زمرہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اور اس قسم کی روایات وہ اہل کتاب سے سن لیتے تھے اور ان میں توقف کرتے تھے وہ نہ اس پر صدق کا اور نہ کذب کا حکم لگاتے تھے۔ اس معاملہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کرتے تھے کہ " اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور کہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لائے "۔[۶۹]

حوالے

(نوٹ: اس مضمون کی قسط اول کے حوالے بھی ذیل میں شامل ہیں)

۱۔ مسلم الثبوت اور شرح مسلم الثبوت۔ جلد اول ص۳۶

۲۔ جمع الجوامع اور اس کی شرح، جلد دوم ص۲۵ اور المستصفی۔ جلد دوم ص۱۸۵

۳۔ سورہ بقرہ آیت ۲۵۴ ۔ ۴۔ سورہ زخرف آیت ۶۷

۵۔ سورہ نجم آیت ۲۶ ۔ ۶۔ سورہ نساء آیت ۱۲۳

۷۔ سورہ شوریٰ آیت ۳۰ ۔ ۸۔ سورہ اسراء آیت ۹۲

© rasailojaraid.com

۹ھ سورہ جمعہ آیت ۸ (سعی میں کوشش و اہتمام کے معنی بھی پوشیدہ ہوتے ہیں اس لیے بظاہر یہ لفظ آیت کریمہ میں لایا گیا ہے۔ مترجم)

۱۰ھ سورہ نساء آیت ۱۲۰

۱۱ھ نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی ۔ جلد اول ص ۱۶۳

۱۲ھ المذاہب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن الکریم ۔ اول ص ۱

۱۳ھ سورہ فتح آیات ۹-۸

۱۴ھ سورہ حجر آیت ۹

۱۵ھ سورہ نحل ۔ آیت ۴۴

۱۶ھ تفسیر قرطبی ۔ جلد اول ص ۲۰

۱۷ھ سورہ فاتحہ کی آخری آیت میں موجود الفاظ میں انہی کی جانب اشارہ ہے ۔ مترجم

۱۸ھ سورہ بقرہ آیت ۲۲۸ کی طرف اشارہ ہے ۔ مترجم ۔

۱۹ھ سورہ انعام آیت ۸۲

۲۰ھ حدیث بالا میں سورہ انفال کی آیت ۶۰ کی طرف کنایہ ہے ۔ مترجم ۔

۲۱ھ حدیث مذکورہ بالا میں آیت کریمہ سورہ فتح کی آیت ۲۶ ہے ۔ مترجم ۔

۲۲ھ سورہ انشقاق آیت ۸

۲۳ھ اتقان جلد دوم ص ۲۰۵ - ۱۹۱

۲۴ھ سورہ آل عمران آیت ۱۴

۲۵ھ اوقیہ عہد نبوی اور عہد صحابہ کا ایک پیمانہ تھا جس میں چالیس درہم کے ہم وزن چاندی آتی تھی ۔ اس لیے ایک اوقیہ چاندی سے عموماً چالیس درہم مراد ہوتے ہیں ۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو مترجم کی کتاب "عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت" نقوش رسول نمبر لاہور کی جلد پنجم و دوازدہم کے ابواب پنجم ص ۴۴۶ وغیرہ اور ص ۵ - ۴ ۲۵ وغیرہ نیز نبوی غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت نقوش جلد ۱۱

۲۶ھ فجر الاسلام ص ۲۵۴ حافظ ابن کثیر نے آیت کریمہ : زین للناس حب الشہوات (رجھایا ہے لوگوں کو مزوں کی محبت پر) کی تفسیر میں تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ قنطار کی تعیین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے ۔ اور جو کچھ اس باب میں مروی ہے وہ کسی نہ کسی صحابی پر موقوف ہے (یعنی وہ صحابی کی اپنی رائے ہے ۔ مترجم)

۲۷ھ اتقان جلد دوم ص ۸

۲۸ھ ضحی الاسلام ، جلد دوم ص ۱۴۱

۲۹ھ فجر الاسلام ص ۲۴۵

۳۰ھ ملاحظہ ہو ان کا مقالہ ان کے مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۵ میں

۳۱ھ خوئی کے بارے میں علامہ سیوطی کے بیان کے لیے ملاحظہ ہو اتقان جلد دوم ص ۱۴۴ اور ص ۱۴۱

۳۲ھ ان کا اصل نام عبداللہ بن حبیب تابعی مقری ہے اور انھوں نے ۷۲ھ میں وفات پائی تھی ۔ وہ

© rasailojaraid.

ابوعبدالرحمٰن سلمی صوفی (متوفی ۴۱۲ھ) کے علاوہ ہیں۔

۳۳ھ سورہ ص آیت ۲۹ ۳۴ھ سورہ یوسف آیت ۲

۳۵ھ ہم نے ان دلائل کی تلخیص علامہ ابن تیمیہ کے مقدمہ اصول التفسیر صہ ۵-۶ اور علامہ سیوطی کی اتقان جلد دوم صہ ۲۰۵ سے کی ہے۔

۳۶ھ قرطبی، جلد اول صہ ۱۳ اور امام طبری کی روایت ان کی تفسیر طبری جلد اول صہ ۲۱ میں اس حدیث کے الفاظ ہیں الآیات تعد (مگر چند آیات کے سوا جن کو گنا جا سکتا ہے) جبکہ ضحی الاسلام جلد دوم صہ ۱۳۸ میں الفاظ ہیں (آیات تعد (دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ مترجم)

۳۷ھ اتقان، جلد دوم صہ ۱۷۴ میں علامہ سیوطی نے علامہ خوئی سے جو کچھ اس بارے میں نقل کیا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۸ھ قرطبی، جلد اول صہ ۲۳ ملاحظہ ہو۔

۳۹ھ تاریخی و روایتی نوعیت کے اعتبار سے بھی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ روایات تاریخ و حدیث کے مطابق آیت ربا حجۃ الوداع سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ۹ھ / ۳۰-۶۳۱ء میں ہوا تھا ربا کی حرمت کا اس میں ذکر ہے۔ یہی حال بنو ثقیف کے نام نامۂ رسالت کا ہے۔ پھر حجۃ الوداع کے جم غفیر کے سامنے آپ نے اس کی حرمت بیان فرمائی اور تمام سودی کاروبار باطل قرار دئے۔ لہٰذا یہ بات مسلم ہے اور بلا خوف و خطر کہی جا سکتی ہے کہ آیت ربا کم از کم دو سال قبل از وفات نبوی نازل ہوئی تھی اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آیت ربا کی تشریح و تعبیر سے قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا واقعہ پیش آیا تھا۔ مترجم)

۴۰ھ البحر المحیط، جلد اول صہ ۱۳ ۴۱ھ تفسیر طبری جلد اول صہ ۲۹

۴۲ھ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں ان سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو جلد اول صہ ۳۱

۴۳ھ تفسیر ابن جریر طبری، اول صہ ۲۵ ۴۴ھ قرطبی، جلد اول صہ ۸-۳۷

۴۵ھ قرطبی جلد اول صہ ۸-۳۷

۴۶ھ قرطبی جلد اول صہ ۳۹ ۴۷ھ ایضاً ۴۸ھ قرطبی، اول صہ ۳۹

۴۹ھ سورہ بقرہ، آیت ۸۷ ۵۰ھ سورہ انعام آیت ۸۲

۵۱ھ سورہ مائدہ آیت ۳۸ ۵۲ھ سورہ بقرہ آیت ۲۵

۵۳ھ سورہ بقرہ آیات ۹-۵۸ ۵۴ھ سورہ نساء آیت ۲۹

۵۵ھ سورہ نساء آیت ۱۹ ۵۶ھ سورہ توبہ آیت ۳۷

۵۷ھ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۹ ۵۸ھ منہج الفرقان، جلد اول صہ ۳۶ ۵۹ھ ایضاً ۶۰ھ ایضاً

۶۱ھ بخاری، باب الجہاد جلد چہارم صہ ۶۹ ۶۲ھ سورہ مائدہ، آیت ۹۳

(باقی صہ ۶۱ پر)

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر محمّد رفیع الدّین
ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

منشورِ اسلام

(۳)

ایک غلط نصب العین کو چھوڑ کر دوسرے غلط نصب العین سے محبّت کرنا

محض ایسی اطلاع کا علم کہ فلاں نصبُ العین حسین ہے کسی انسان کے دل میں اُس نصبُ العین کی محبّت پیدا نہیں کرسکتا۔ ایک نصبُ العین کی محبّت صرف اسی صورت میں پیدا ہوسکتی ہے جب اُس کے حسن کو فی الواقع محسوس کیا جائے۔ ضروری ہے کہ ایک دریا جس کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہو اپنا راستہ بدلے اور زمین کی اس سطح پر بہنا شروع کر دے جو اس کے پانی کو اپنی خاص بلندی کی وجہ سے قبول کرسکتی ہو خواہ اس کے نتائج کھیتوں اور انسانی آبادیوں کے لیے کچھ ہوں۔ اسی طرح سے جو انسان اپنے صحیح نصب العین کے حسن کو محسوس نہ کرسکے ضروری ہے کہ اس کے جذبۂ حسن کا زوردار بہاؤ اپنا فطری راستہ بدل لے اور ایک ایسے تصور حسن کی راہ سے اپنا اظہار پانے لگ جائے جو حسین تو نہیں لیکن جس کا فرضی حسن وہ اپنی نادانی اور علمی بے مائگی کی وجہ سے اس طرح محسوس کرتا ہے جس طرح سے بیابان میں ایک پیاسا سراب کو پانی سمجھتا ہے۔

ایسے انسان کے ساتھ جو ماجرا پیش آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو اس تصوّر میں حسن کی بعض صفات کی جھلک صاف طور پر نظر آتی ہے لہٰذا ان صفات کی کشش کی وجہ سے اور اپنے جذبۂ محبّت کی مکمل تسکین کی غرض سے وہ اس پورے تصوّر کو اپنا نصبُ العین بنا کر اُس سے محبّت کرنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرتے ہوئے وہ نادانستہ طور پر اور پورا غور و فکر کرنے کے بغیر یہ

© rasailojaraid.c

فرض کرلیتا ہے کہ اُس کے اندر وہ تمام صفاتِ حسن موجود ہیں جن کی آرزُو اس کی فطرت میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسس تصوّر کی طرف حسن کی باقی ماندہ صفات کو (جن کی جھلک اس کو اس تصوّر میں نظر نہیں آئی تھی اور جن کو وہ شعوری طور پر اس کی طرف منسوب نہیں کرسکتا تھا) غیر شعوری طور پر منسوب کرتا ہے تاکہ اپنی غلطی کو مکمل کرکے اپنی آرزوئے حسن کی تشفی کا سامان پیدا کرے۔ دوُسرے لفظوں میں وہ اسے غلطی سے صحیح نصب العین یعنی خدا سمجھ لیتا ہے اور لہٰذا اُسے دل وجان سے چاہنے لگتا ہے اور اس سے ویسی ہی محبّت کرتا ہے، اس کی ویسی ہی خدمت کرتا ہے ویسی ہی ستائش کرتا ہے اور ویسی ہی پرستش کرتا ہے جیسی کہ خدا کے لیے ہونی چاہیے۔ قرآن حکیم نے انسان کی فطرت کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۂ بقرۃ: رکوع ۲۰)

(لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بنا لیتے ہیں اور پھر اُن سے ویسی ہی محبّت کرتے ہیں جیسی خدا سے کرنی چاہیے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں خدا سے شدید محبّت رکھتے ہیں)

تاہم وقت کے گزرنے سے جب اس تصوّر کے ساتھ اس کا میل جول بڑھتا ہے اور اپنے آپ کے متعلق (یعنی اس بات کے متعلق کہ اس کے جذبۂ محبّت کا تسلی بخش اور صحیح مقصود کیا ہو سکتا ہے یا کیا ہونا چاہیے) اس کا علم ترقی کرتا ہے تو تصوّر کے نقائص اس پر عیاں ہونے لگتے ہیں۔ یہ نقائص حسن کے ان اوصاف کے ساتھ ٹکراتے ہیں اور ان کی نفی کرتے ہیں جن کو وہ اس تصوّر کی طرف شعوری طور پر منسوب کر رہا تھا لہٰذا وہ ایک تلخ تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس تصور کے اندر جس کو اس نے اپنا نصب العین بنا لیا تھا، درحقیقت حسن کا کوئی وصف بھی موجود نہیں اور وہ یہ سمجھنے میں غلطی پر تھا کہ اس کو اس تصوّر کے اندر صفاتِ حسن کی کوئی جھلک صاف طور پر نظر آئی ہے۔

اس انکشافِ حقیقت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس نصب العین کو کلیتہً ترک کر دیتا ہے اور فی الفور ایک اور نصب العین کو اختیار کرتا ہے جو اُس کے خیال میں ان نقائص سے مبرّا ہوتا

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

ہے جو اس کے پہلے نصب العین میں موجود تھے اور ان صفاتِ حسن سے مزّین ہوتا ہے جو پہلے نصب العین میں موجود نہیں تھے۔ لیکن اگر اس عرصہ میں موافق قسم کی تعلیم یا صحبت پانے کی وجہ سے اس کے دل میں اپنی فطرت کے صحیح نصب العین کے حسُن کا احساس پیدا نہ ہو چکا ہو تو ضروری بات ہے کہ اس کا یہ نیا نصب العین بھی غلط ہو۔ اس صورت میں اگرچہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا نیا نصب العین اِن نقائص سے مبرّا ہے جو اس کے پہلے نصب العین میں موجُود تھے تاہم اس میں بعض اور نقائص موجود ہوتے ہیں جن کا اُسے علم نہیں ہوتا اور یہ نقائص بعد میں اس کی ایک اور کشف غطاء اور مایوسی کا باعث ہوتے ہیں۔ تجربہ اور خطا کا یہ عمل جس میں ایک غلط نصب العین کا انتخاب کیا جاتا ہے اس سے والہانہ محبّت کی جاتی ہے۔ اس کے نقائص کا احساس کیا جاتا ہے اُسے ردّ کیا جاتا ہے اور پھر ایک اور غلط نصب العین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ انسان صحیح نصب العین کا انتخاب نہیں کرتا۔ ایک انسان کے اندازہ حسن میں ایک نصب العین کا گرنا اور دوسرے کا ابھرنا۔ ایک سی سل کے ایک سرے کے گرنے اور دوسرے سرے کے اُبھرنے کی طرح بیک وقت عمل میں آتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ایک آدمی ایک نصب العین کو چھوڑ چکا ہوتا ہے تو اس وقت وہ دوسرے نصب العین سے محبّت کر رہا ہوتا ہے۔ جب بھی ایک نصب العین کو چھوڑنے اور دوسرے کو اختیار کرنے کے درمیان ایک وقفہ آجائے تو خواہ وہ کتنا ہی مختصر ہو، اس سے انسان کا زور دار جذبۂ محبت رُک جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ صدمہ سے مرجاتا ہے۔ یا کسی شدید قسم کے اعصابی یا دماغی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ذہنی بیماریوں کا سبب انسان کے جذبۂ محبّت کی رکاوٹ ہے۔

نصبُ العینوں کی خصوّصیّتیں

اس سے پہلے کہ غلط نصبُ العینوں سے محبّت کرنے کے خطرناک نتائج اور صحیح نصب العین سے محبّت کرنے کی برکتوں کا جائزہ لیا جائے۔ ضروری ہے کہ نصب العین کی محبت کے فطری جذبہ کی کچھ اور خصوصیّتیں بیان کی جائیں اور یہ بتایا جائے کہ نصب العین سے محبّت کرنے والے افراد پر نصبُ العین کی محبّت کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔

© rasailojaraid.c

© rasailojaraid.c

فلسفہ اخلاق کی بنیاد

چونکہ ایک انسان جانتا ہے کہ اُسے اپنے نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے وہ اپنے نصب العین سے ایک ضابطہ اخلاق یا سلسلہ اوامر و نواہی کا استخراج کرتا ہے۔ وہ نصب العین کی محبّت کی وجہ سے اس ضابطہ اخلاق پر نہایت آسانی سے اور پوری رضامندی سے عمل کرتا ہے اس کے نزدیک اپنے نصب العین کے ضابطہ اخلاق کے سوائے اور کسی ضابطہ اخلاق کی اپنی کوئی اہمیّت یا قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ضابطہ اخلاق اس کی زندگی کے تمام اعمال و افعال کو اپنے ضبط میں رکھتا ہے۔ خواہ یہ اعمال و افعال اخلاق سے تعلق رکھتے ہوں یا سیاست سے یا اقتصاد سے یا معاشرت سے یا تعلیم سے یا قانون سے یا فن سے یا علم سے یا حربی معاملات سے۔

© rasailojaraid

نظریہ حیات کی اساس

جب ایک نصب العین کو ماننے والی جماعت اپنے نصب العین کو اپنی قدرتی عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر چسپاں کرتی ہے تو افکار و تصوّرات کا جو نظام اس عمل کے دوران پیدا ہوتا ہے۔ اُسے اس کے نظری پس منظر کے سمیت نظریہ حیات یا آئیڈیالوجی کہا جاتا ہے۔ ایک نصب العین پر اس طرح سے مبنی ہونے والا نظریہ حیات صرف اسی حد تک مکمل ہوتا ہے جس حد تک کہ وہ انسان کی قدرتی عملی زندگی کے تمام ضروری پہلوؤں پر حاوی ہو۔ لیکن جس حد تک کہ وہ نظریہ حیات انسان کی قدرتی عملی زندگی کے بعض پہلوؤں کو نظر انداز کرتا ہے اور اس بات کی تشریح اور توضیح نہیں کرتا کہ جس نصب العین پر وہ مبنی ہے وہ زندگی کے ان تمام پہلوؤں پر عملی لحاظ سے کس طرح اثر انداز ہوگا۔ اُس حد تک وہ نظریہ حیات نامکمل رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے ایسے نظریات حیات ممکن ہیں جو مکمل نصب العین پر مبنی ہوں لیکن خود نامکمل ہوں اور اسی طرح سے بہت سے ایسے نظریات حیات بھی ممکن ہیں جو نامکمل نصب العینوں پر مبنی ہوں لیکن خود مکمل ہوں یہ دونوں قسم کے نظریات حیات فطرتِ انسانی کے لیے ناتسلّی بخش ہیں۔ تسلّی بخش نظریہ حیات وہی ہو سکتا ہے جو (ا) مکمل نصب العین

© rasailojaraid

پر مبنی ہو اور (ب) خود بھی مکمل ہو۔

فلسفہ کی اساس

ہر نصب العین اپنے چاہنے والے کے لیے انسان اور کائنات کے متعلق تمام ممکن سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے لہٰذا ہر نصب العین بالقوہ ایک فلسفہ کائنات ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ فلسفہ جس نصب العین پر مبنی ہو اس کے درست ہونے کے باوجود اس کو کسی خاص وقت تک کوئی ایسا ماہر فلسفی دستیاب نہ ہوا ہو جو اس کو ایک نظام حکمت کی شکل دے سکے یا اس فلسفہ کا بنیادی نصب العین اس قدر غلط یعنی فطرت انسانی سے اس قدر نامطابق ہو کہ اس کے اندرونی نقائص اور تضادات کی وجہ سے کسی ماہر فلسفی کے لیے ممکن ہی نہ ہو کہ وہ اس کو ایک معقول اور مدلّل نظام حکمت کی شکل دے سکے کیونکہ جس حد تک کوئی نصب العین فطرت انسانی سے غیر مطابق ہوتا ہے وہ فلسفہ بھی جو اس سے نکلتا ہے یا اس کے اندر مضمر ہوتا ہے غلط اور نامعقول اور بے ربط ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح مکمل اور مربوط فلسفہ کائنات صرف وہی ہو سکتا ہے جو اس مکمل نظریہ حیات کی عقلی اور علمی تشریح کر سکے جو ایک مکمل نصب العین پر مبنی ہو۔ لہٰذا جوں جوں علم ترقی کرتا جاتا ہے وہ فلسفہ جو کسی غلط نصب العین پر مبنی ہو اپنی معقولیّت اور قوّت کھوتا جاتا ہے یہاں تک کہ سب لوگ تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ غلط ہے اور وہ فلسفہ جو صحیح نصب العین پر مبنی ہو زیادہ سے زیادہ معقول اور مدلّل ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ سب لوگ مان لیتے ہیں کہ وہ صحیح ہے۔ یہی سبب ہے کہ مکمل نصب العین پر مبنی ہونے والا غیر مکمل نظریۂ حیات کبھی کائنات کے ایک صحیح اور معقول فلسفہ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ ایک سچّا فلسفہ ہمیشہ بالقوہ ایک مکمل فلسفہ ہوتا ہے جو بالفعل ہو کر انسان کی قدرتی عملی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو جاتا ہے اور اُن کی پُوری تشریح اور توضیح کرتا ہے۔

نصب العین کی وحدت

انسان کی فطرت اس طرح سے بنائی گئی ہے کہ آخر کار کوئی انسان بیک وقت ایک سے زیادہ نصب العینوں کیساتھ محبت نہیں کر سکتا۔ ایک بچّہ ایک ہی وقت میں بہت سے متضاد تصوّرات

© rasailojaraid.